رشوت، معاشرۂ انسانی کا گھن

(ایک علمی تجزیہ)

جناب حافظ محمد نعیم صاحب ندوی صدیقی ایم، اے

تمہید دنیا کی پوری تاریخ عظیم ترقی یافتہ اقوام کی عبرت انگیز داستان سے لبریز ہے وہ قومیں جنھوں نے اس رُبعِ مسکوں پر ایک عرصۂ دراز تک اپنی قوت وشوکت اور سطوت وہیبت کے علم لہرائے، علوم و فنون کے دریا بہائے، محیر العقول قلعے اور باغات تعمیر کیے اور یم ہستی میں طوفان برپا کردیے تھے۔ لیکن پھر وہ حرفِ غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے یوں نیست ونابود ہوگئیں کہ اب ان کا نام ونشان محض "اساطیر الاولین" کی حد تک ہی ملتا ہے۔

گزشتہ اقوامِ عالم کے زوال وادبار اور نکبت وبربادی کے اسباب وعلل کا غائرانہ مطالعہ وتجزیہ کیا جائے تو ہر بحث بدا اسی ایک مرکزی نقطہ کے محور پر گردش کرتی نظر آئے گی کہ امم ماضیہ صرف اس وجہ سے قہر خداوندی کی سزاوار ہوئیں کہ وہ آسمانی ہدایت کو فراموش کرکے اپنے نفس وشہوت کے جال میں اسیر ہوگئی تھیں۔ آج ملکوں اور قوموں کا جو نقشہ ہے بلاشبہ وہی عہد رفتہ میں ان قوموں کا تھا جو عروج واقبال اور شان وشوکت میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھیں۔ مثال کے طور پر صرف اسرائیلیوں، کلدانیوں، مصریوں، رومنوں، یونانیوں، علویوں، عباسیوں، سلجوقیوں، تاتاریوں، بغدادیوں۔ غرناطیوں اور قرطبیوں کے نام ذکر کردینا کافی ہے۔

تاریخ کی اس عبرت انگیز شہادت کے باوجود قلم کا سینہ شق ہوتا ہے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہ آج دنیا کی تمام قومیں علی الخصوص اسلامیان عالم کیریکٹر و اخلاق کی پستی اور بغض و عناد، نفرت و حقارت، بے رحمی و بے ایمانی اور شقاوت و بربریت جیسی آدم خور برائیوں کے سمندر میں غرق ہیں۔ اور انھیں اس کا احساس تک نہیں ہے۔ یاد رکھیے بدکردار، بدراہ اور بداخلاق اقوام کے لیے خدا کا قانون اٹل ہے۔ اگر مسلمانوں نے خاص طور پر اپنے باہمی افتراق و تشتت کو دور نہ کیا۔ کردار و اخلاق میں بلندی نہ پیدا کی اور مذہب کے خود ساختہ غلط تصورات و خیالات، گروہ بندیوں اور فرقہ بندیوں کی لعنت سے نجات نہ حاصل کی تو وہ بھی اقوام ماضیہ کی طرح خاک میں مل کر نسیاً منسیاً ہو جائینگی۔

آج ہر طرف افراتفری، لوٹ کھسوٹ، بددیانتی، رشوت خوری، مکر و فریب، سودی داد و ستد، جھوٹ اور ظلم و جور کا بازار گرم ہے۔ ہندو ہوں یا مسلمان، سکھ ہوں یا عیسائی سب ہی اس حمام میں عریاں نظر آتے ہیں۔ ان کے اخلاق و کردار کی پستی کا یہ عالم ہے کہ اپنے پڑوس میں نادار و مفلس اور بیوہ و یتیم کی آہ و فغاں سنتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے عشرت کدوں سے نکل کر ان کی حاجت روائی نہیں کر سکتے۔ بغیر سود در سود کے ان کو قرض نہیں دے سکتے، اور رشوت لیے بغیر ان کے کام نہیں کر سکتے۔ آج کچھ ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ دنیا رجعتِ قہقری کر کے چھٹی صدی عیسوی کے اس عہد مُظلِمہ میں پہونچ چکی ہے جب ظلمات کی تمام قہرمانی بلائیں انسانی قلوب کو ناگن کی طرح ڈستی چلی جا رہی تھیں اور انسانیت تباہی و ہلاکت کے دروازوں پر دستک دے رہی تھی۔ لیکن اللہ جل شانہٗ کے عفو و مغفرت کے سمندر میں موجیں پیدا ہوئیں اور اس نے عرب کے ریگ زار میں اپنی رحمت کے سوتے کھول دیئے تھے یعنی نبی عربی (فداہ ابی و امی) کی بعثت نے تو بر تو تاریکیوں کو یکسر چھانٹ کر رکھ دیا تھا۔

خداوندِ قدوس نے جو ضابطۂ حیات دے کر سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو

اس گم کردہ راہ دنیا کی رہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا تھا۔ وہ بلاشبہ ہر گوشے سے کامل اور جامع تھا۔ زمانہ بدلتا رہا، انقلابات رونما ہوتے رہے۔ لیکن یہ قانون ابدی ہر عصر و عہد کے عقدہ ہائے مشکل کی گرہ کشائی کرتا رہا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمر بھر اسی نظام حیات کو عام کرنے کے لیے جد و جہد کرتے رہے اور آپ نے اپنی بار آور مساعی کے ذریعے پورے کرۂ ارض سے برائیوں کی جڑ کاٹ کر اسے امن و آشتی کا گہوارہ بنادیا تھا۔ شرک و کفر کی بدلیاں چھٹ کر رہ گئیں۔ اسلام کے دیئے ہوئے نظام زندگی کو اپنا کر اس وقت ایک ایسا صالح اور صحت مند معاشرہ تیار ہوگیا تھا جو رہتی دنیا تک لائق تقلید اور نمونۂ عمل ہے۔

تاریخ شاہد عدل ہے کہ امت مسلمہ جب تک اسلامی تعلیمات کی صحیح تصویر تھی اور جبتک اس کے اعمال میں پاکیزگی اور دل میں ایمان کی روشنی اور تڑپ تھی، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی پابند، دیانت و امانت اور صداقت و عفت کی علمبردار، رحم و مروت اور جذبۂ مساوات و خدمت خلق سے سرشار تھی، وہ صدیوں تک اپنی سیادت و قیادت کے ذریعہ دیگر اقوام پر فائق اور ممتاز رہی۔ اور اس کی شجاعت و دلیری کے چرچے قیصر و کسریٰ کے بلند رفعت ایوانوں کو لرزہ براندام کر دیتے تھے ان کے اعمالِ حسنہ اور اوصافِ حمیدہ دشمنوں کے دلوں کو بھی فتح کر لیتے تھے یہی وجہ ہے کہ عہدِ فاروقی میں فتح حمص کے تقریباً ۶ ماہ بعد جب اسلامی افواج وہاں سے واپس ہونے لگیں تو مقامی عیسائی اور یہودی دھاڑیں مار مار کر رونے اور عاجزانہ التجا کرنے لگے کہ "خدا کے واسطے ہمیں ظالم رومنوں کے پنجوں میں نہ چھوڑیئے"۔ (حالانکہ رومی ان ہی کے ہم مذہب تھے)

لیکن مرورِ ایام کے ساتھ جوں جوں قرآنی تعلیمات اور رسول ؐ کے اسوۂ حسنہ سے بُعد بڑھتا گیا، دوسری قوموں کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے نفرت و حقارت کے جذبات ابھرنے لگے یہاں تک کہ اب بعض ممالک میں غیر مسلموں کو مسلمانوں کا وجود بھی گوارا نہیں رہ گیا ہے۔ یہ کوئی مقام استعجاب و تحیّر نہیں ہے بلکہ منشائے خداوندی کے عین مطابق ہے

ایمان و ایقان کا علم سربلند کرنے والے جب قعر ادبار و ذلت میں گرنے لگتے ہیں تو اللہ جل شانہٗ دوسری اقوام کو بطور عذاب ان پر مسلط و مقرر فرمادیتے ہیں تاکہ وہ ان کے شکنجے میں کسنے کے بعد از سرنو اپنے ایمان کا محاسبہ کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ملتِ مسلمہ کے اس ضعف و ذہن کا ایک بڑا سبب مغربی تہذیب و تمدن کی اندھی تقلید بھی ہے۔ اس کے ظاہری رنگ و روغن اور چمک دمک کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں بجائے عقلی و نقلی دلائل کے یورپ کا طرز عمل ہی ہر رائے کے خطاء صواب اور ہر عمل کے خیر و شر ہونے کا معیار قرار پا گیا۔ پوری مسلم قوم اپنے مخصوص تہذیب و تمدن سے دامن چھڑا کر مغرب سے آنے والے سیلاب بلا خیز کی لہروں میں بہہ گئی۔ وہ تمام مفاسد اور برائیاں جن کی بنا پر یورپ اخلاقی جذام میں مبتلا تھا یہاں بھی در آئیں۔ مثال کے طور پر رشوت ہے۔ یہ درحقیقت معاشرۂ انسانی کا ایک ایسا گھن ہے جو اندر ہی اندر اسے تباہ کرتا جاتا ہے۔ یہ معیشت کا ایک ایسا کیڑا ہے جس نے سماج کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

یاتی علی الناس زمان لا یبالی المرء ما اخذ امن الحلال ام من الحرام۔	لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ آدمی پرواہ ہی نہ کرے گا کہ وہ کیا لے رہا ہے، حلال سے یا حرام سے۔

آج وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عرب کے اس صاحب بصیرت انسان کی اس پیشگوئی کے مظاہر نت نئے عنوانات کے ساتھ سامنے آتے جا رہے ہیں۔ آج قوم کا ہر فرد شب و روز چکی کی طرح کسب زر کے لیے کوشاں ہے۔ وہ ہر وقت صرف اسی فکر میں غلطاں و پیچاں رہتا ہے کہ کس طرح بیش از بیش مال اسے حاصل ہو جائے اور کبھی بھول کر بھی یہ خیال اس کے نہاں خانۂ دماغ میں نہیں آتا کہ حصول مال کا یہ طریقہ شریعت کے مطابق ہے بھی یا نہیں جائز ہے یا ناجائز، مناسب ہے یا نامناسب، حرام ہے یا حلال؟ ــــ اب تو نوبت یہاں

تک پہنچ گئی ہے کہ عام طور پر لوگ ہر اس چیز کو جائز اور حلال تصور کرتے ہیں جو ان کے تعیش اور حظ نفس کا ذریعہ بن جائے۔

صرف یہی وجہ ہے کہ انسانی زندگی میں آج حرص و آز کی کثرت ہو گئی ہے۔ نتیجۃً دولت سے برکت یکسر ختم ہو کر رہ گئی ہے، جس راہ سے مال کی ریل پیل ہوتی ہے۔ دیکھتے دیکھتے وہ اسی راہ سے رخصت ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رات کے کروڑ پتی کے صبح کو دیوالیہ ہو جانے کی مثالیں اوراقِ ہستی پر بکھری ہوئی بکثرت مل سکتی ہیں۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے۔

"جو شخص حرام کا مال کھاتا ہے۔ اس میں برکت نہیں دی جاتی۔ اور اس کا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا اور جو کچھ وہ پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ اس کے لیے دوزخ کا ایندھن بنا دیا جاتا ہے۔"

شرعی حیثیت سے تو رشوت کی حرمت قطعی ہے ہی، خود عقل و اخلاق کی رُو سے بھی یہ سماج و معاشرہ کے خلاف غدّاری کے مرادف ہے۔ کسی قوم کی عمارت اسی وقت مستحکم ہو سکتی ہے۔ جب اس کے بنیادی عناصر میں باہمی ہمدردی، تعاون و تکافل اور مؤانست و اخوت کا دور دورہ ہو اور رشوت اس میں ایک ناقابل تلافی شگاف پیدا کر دیتی ہے۔ گو کہ رشوت کا وجود کسی نہ کسی شکل میں ہر عہد میں رہا لیکن اس کا جتنا عموم آج ہو گیا ہے۔ اغلباً تاریخ کے کسی دور میں نہ رہا ہوگا۔

اس طویل تمہید کے بعد اب ذیل میں ہم کتاب و سنت اور عقل و اخلاق کی روشنی میں رشوت کے حرام، ناجائز اور نامناسب ہونے کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ شاید کے اس کا مطالعہ کسی ایک فرد کی بھی بگڑی زندگی کا اہم موڑ بن جائے۔

رشوت کی تعریف | رشوت ہر اس معاوضہ کو کہتے ہیں جو کسی فرض منصبی کی ادائیگی، واجب کام کی انجام دہی اور ناحق و ناانجام کرنے کے لیے نقد رقم یا کسی دوسری چیز کی شکل میں وصول کیا جاتا ہے۔ علاّمہ سیّد سلیمان ندوی رشوت کی تعریف کرتے ہوئے

مجمع البحار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"رشوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اپنی باطل غرض اور ناحق مطالبہ کے پورا کرنے کے لیے کسی ذی اختیار یا کارپرداز شخص کو کچھ دے کر اپنے اپنے موافق کرلے۔"

ناجائز معاوضہ | کسی فرض منصبی کی ادائگی میں ناجائز معاوضہ لینے کی مختلف صورتیں ہیں۔ (۱) کسی بل یا چیک متعلقہ حاکم سے منظور کرانے کے لیے کسی شخص کو تعویق میں ڈالے رکھنا۔ حتّیٰ کے مبتلیٰ بہ شخص اس کلرک کو کچھ "حق" ادا کرے اور پھر فوراً اس کا کام ہو جائے۔

(۲) کسی کی سفارش یا "کچھ" دینے کی وجہ سے اصلی حق دار کو محروم کر کے غیر مستحق کے حق میں فیصلہ کر دینا۔

(۳) کسی منصبی فرض کو انجام دینے کے لیے کچھ اپنا "حق الخدمت" وصول کرنا اور اس کے نہ ملنے کی صورت میں مبتلیٰ بہ کو پریشان کرنا، ڈرانا اور دھمکانا وغیرہ۔

مذکورہ بالا ان تینوں صورتوں کے علاوہ اور بھی متعدد صورتیں ایسی ہیں جن میں لیا گیا معاوضہ قطعی ناجائز اور ناحق ہوتا ہے کسی مظلوم، آفت رسیدہ پریشان حال اور حاجت مند کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا یوں قانونِ اخلاق کی رو سے قطعی غیر انسانی حرکت ہے اور پھر جب اس پر قرآن و حدیث دونوں نے سخت نکیر فرمائی ہو تو اس کی حرمت اور شناعت مزید مسلم ہو جاتی ہے۔

تحریم رشوت، قرآن کی روشنی میں | خداوند قدوس نے اپنی مخلوق کے لیے ایک نہایت صالح اور صحتمند معاشرہ تجویز کیا ہے۔ جس میں ملّت کا ہر فرد ایک دوسرے کا مونس و غمخوار اور ہمدرد ہو۔ ایک کی ذرّہ برابر تکلیف دوسرے کا شب و روز کا چین اڑا دے۔ اور ایک کی خوشی دوسرے کے لیے شادیانۂ مسرت ثابت ہو۔ جہاں یہ اسپرٹ مجروح

اور یہ جذبہ مضمحل ہوگا وہیں سے قوم کی عمارت متزلزل ہو جائے گی۔

چنانچہ اللہ جل شانہ، نے انسان کو رزق حلال کمانے کا حکم دیا تاکہ ہر شخص کسب مال میں اور معاش میں ساعی رہے۔ اور کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ آسکے کہ وہ دوسرے کے مال کو ناجائز طریقہ سے حاصل کرے اور اس طرح سے جو رزق حاصل ہوگا وہ حلال اور طیب ہوگا اور اس سے نشو و نما پایا ہوا جسم انسانی کامل طور پر طاہر ہوگا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ؎

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۝

اے ایمان والو! کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اس کے بندے ہو۔

دوسری جگہ فرمایا ؎۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۔

اے لوگو زمین کی چیزوں میں سے حلال پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور شیطان کی اتباع نہ کرو کیونکہ بلا شبہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

اسی طرح سورۂ اعراف میں حرام و حلال کی ایک جامع فہرست بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان گویا خطِ فاصل کھینچ دیا ہے۔ فرمایا ؎:-

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

آپ کہہ دیجئے میرے رب نے حرام کیا ہے۔ صرف بے حیائی کی باتوں کو جو ان میں کھلی ہوئی ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق کی زیادتی کو اور اس بات کو کہ شریک کرو اللہ کا ایسی چیز کو جس کی سند اس نے نہیں اتاری اور اس بات کو کہ لگاؤ اللہ کے ذمے وہ باتیں جو تم کو معلوم نہیں۔

آیت مذکورہ بالا کا ہر لفظ درحقیقت اپنے اندر تفصیلات کا ایک دفتر نہاں رکھتا ہے "الفواحش" میں تمام علانیہ و خفیہ کام اور ان پر اکسانے والی چیزیں آجاتی ہیں۔ "الاثم" میں ہر قسم کے صغائر و کبائر داخل ہیں خواہ ان کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے "البغی" سے حیوانی رذیل خصائل مراد ہیں "بغیر الحق" میں ظلم کی حد تک پہونچی ہوئی زیادتیاں شامل ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اب یہ امر متعین ہوگیا کہ غیر کے مال کو کسی ناجائز طریقہ سے حاصل کرنا درحقیقت باطل اور حرام مال لینا ہے قرآن نے ناجائز طریق سے حاصل کردہ مال (جس میں رشوت بھی شامل ہے) کے بیان میں کسی ابہام سے کام لیے بغیر بہت صراحت اختیار کی ہے۔ علاوہ ازیں رشوت کی حرمت کو مستقل طور سے بھی واضح کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:[۵۵]

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝	اور ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق مت کھاؤ اور نہ پہونچاؤ ان کو حاکموں تک تاکہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال سے ظلم کرکے (ناحق) اور تم جان رہے ہو۔

آیت بالا میں "الاکل" درحقیقت "الاخذ" کے معنی میں مستعمل ہوا ہے یعنی مال کو ناجائز طریقہ سے لینا۔ اور کسی طرح بھی اپنے تصرف میں لے آنا۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر اس مال کو کھایا نہ جائے، بلکہ کسی اور مصرف میں استعمال کرلیا جائے تو وہ جائز ہوجائے گا۔ کیونکہ عمومی طور پر مال کے حصول کا مقصد کنبہ پروری ہوتا ہے۔ اس لیے قرآن نے "الاکل" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جمیع مفسرین نے اس کو "الاخذ" ہی کے معنی پر محمول کیا ہے:

چنانچہ علامہ آلوسی آیت زیر نظر کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:[۵۶]

المراد من الاکل ما یعم الاخذ والاستیلاء	اکل سے مراد اخذ اور تسلط ہے

علامہ رشید رضا مصری رقمطراز ہیں ۵۴

المراد بالاکل مطلق الاخذ والتعبیر من الاخذ بالاکل معروف فی اللغۃ تجوزوا فیہ قبل نزول القرآن۔

اکل سے مطلقاً اخذ مراد ہے اور یہ چیز لغت میں معروف عام ہے۔ اہل زبان نزول قرآن سے قبل بھی اسی طرح استعمال کرتے تھے۔

عصر حاضر کے باکمال مفسر اور صاحب اسلوب ادیب مولانا عبدالماجد دریابادی آیت زیر بحث کی تشریح وتفسیر کرتے ہوئے خامہ ریز ہیں ۵۵۔

"اکل یہاں لفظی معنی میں نہیں۔ یعنی صرف "کھانا" مراد نہیں بلکہ کسی طرح بھی اپنے تصرف میں لے آنا ہے۔ اردو میں محاورہ بھی ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ فلاں صاحب روپیہ کھا گئے یا روپیہ ہضم کر گئے اور بالباطل ہر ناجائز طریق مراد ہے .... وہ مال (حلال) بھی باطل ہی کے حکم میں آتا ہے جو اس کے مالک سے اس کی خوشدلی کے بغیر حاصل کیا جائے گو مالک اسے خوشی سے بھی دے رہا ہو۔ لیکن شریعت نے اس مد کو ناجائز قرار دیا ہو۔"

آیت میں اموالکم کا لفظ قرآن کی بلاغت کا ایک شاہکار نمونہ ہے۔ حکم فرمایا کہ

"اپنا مال نہ کھاؤ" رشوت لینے والا بظاہر دوسرے کا مال حاصل کرتا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ اپنے ہی مال کو نامناسب طریقے سے غصب کرتا ہے۔ کیونکہ "انما المؤمنون اخوۃ" کے اصول کے تحت ملت کے تمام افراد ایک ہی برادری سے متعلق ہیں۔ ان میں باہم اس طور پر اسلامی اخوت پائی جاتی ہے کہ ایک انسان کی کوئی چیز درحقیقت پوری قوم کی ملکیت ہے۔ اس کی مثالیں قرآن میں دوسرے مقامات پر

بھی ملتی ہیں۔ جیسے لَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ، لَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ یعنی کسی بھی فرد کی جان، مال اور آبرو کا احترام اور حفاظت اصل میں اپنی مال، جان اور آبرو کا احترام اور حفاظت ہے۔

اور "باطل" کا مطلب یہ ہے کہ اس مال کے مقابل میں کوئی حقیقی شئے نہ ہو جسے اس مال کا معاوضہ قرار دیا جا سکے۔ مثال کے طور پر ایک پیشکار کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ عوام کی شکایات اور درخواستوں کو حاکم کے روبرو پیش کرے اب اگر وہ کسی شخص سے درخواست پیش کرنے کا کچھ "حق الخدمت" لیتا ہے تو یہ رشوت ہے اور قطعی ناجائز اور حرام۔ کیونکہ درخواست پیش کر کے تو اس نے اپنا فرض منصبی انجام دے دیا جس کی تنخواہ وہ حکومت یا متعلقہ محکمہ سے ماہ بماہ وصول کرتا ہے۔ اب یہ "حق الخدمت" کے نام سے جو معاوضہ ہے اس کے مقابل میں کوئی بھی چیز باقی نہیں رہتی۔ لہذا اس کے جواز کا کوئی سوال نہیں۔

علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں ؂۹:-

اما الباطل فهو ما لم يكن في مقابلة شيء حقيقي ..... فقد حرمت الشريعة اخذ المال بدون مقابلة حقيقة	باطل کا مطلب یہ ہے کہ اس کے مقابل میں کوئی حقیقی چیز نہ ہو..... لہذا شریعت نے بغیر حقیقی شے کے مقابل مال لینے کو حرام قرار دیا ہے۔

مفسر ابو حیان اندلسی نے لکھا ہے کہ بالباطل سے مراد یہ ہے کہ اموال کو ایسے طریق سے لیا جائے جو مشروع نہیں ہے۔ رقمطراز ہیں ؂۱۰:-

فيدخل في ذلك الغصب والنهب والقمار وحلوان الكاهن والخيانة والرشاء وما يأخذه المنجمون وكل مالم يأذن في اخذه الشرع۔	چنانچہ اس میں لوٹ کھسوٹ، جوا، کاہن کی رشوت، خیانت، رشوت اور جو نجومی لیتے ہیں اور ہر وہ چیز شامل ہے جس کے لینے کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔

اور تفسیر خازن کے مطابق ظلم کرنا، چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا، رہزنی کرنا، جوا کھیلنا، گانے بجانے کو ذریعہ روزگار بنانا۔ لہو و لعب کے کھیل دکھا کر روزی کمانا، رشوت لینا، جھوٹی گواہی دینا، جعلی دستاویزات تیار کرنا، دروغ حلفی کرنا، حاکموں کو نذر نذرانے اور ہدیے و تحفے پہونچانا، ان کی دعوتیں کرنا اور امانت میں خیانت کرنا خواہ مسلم سے یا غیر مسلم سے) یہ سب چیزیں ناجائز طریق (با لباطل) کی تعریف میں داخل ہیں ؎۱۱ :-

یہاں تک کی گفتگو آیت کریمہ کے پہلے جزو یعنی ناجائز طریق سے مال حاصل کرنے کے بارے میں تھی۔ جس میں دوسری صورتوں کے ساتھ رشوت بھی داخل ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا تصریحات سے ظاہر ہوا۔ اس کے بعد آیت کا دوسرا جزو رشوت کی حرمت کے سلسلہ میں بہت صریح ہے فرمایا گیا:

وَتُدْلُوا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥	اور تم حکام کے پاس رشوت نہ پہونچاؤ تاکہ تم لوگوں کا مال ناحق کھا جاؤ۔ درآنحالیکہ تمھیں علم ہو۔

آج کچہریوں، دفتروں، پرائیویٹ اداروں، سرکاری محکموں یہاں تک کہ تعلیمی اداروں میں اس رشوت کی جو بہتات ہے وہ اہلِ نظر و خرد سے مخفی نہیں۔ علامہ آلوسی آیت کریمہ کے اس جزو کی نسبت رقمطراز ہیں کہ ؎۱۲ :-

لا تلقوا بعضها الى حكام السوء على وجه الرشوة ۔	کچھ مال بُرے حکام کو رشوت کے طور پر نہ دو۔

عربی میں ادلاء کے معنی پانی نکالنے یا کسی اور غرض کے لیے کنویں میں ڈول ڈالنے کے ہیں اسی سے استعارۃً مقصود حقیقی یا کسی شے تک پہنچنے کے معنی میں لے لیا گیا۔

چنانچہ لغات القرآن میں ہے ؎۱۳ :-

"تدلوا، ادلاء سے ہے۔ جس کے معنی ڈول نکالنے کے ہیں۔ اسی اعتبار

سے بطور استعارہ کسی چیز تک پہونچنے اور کسی شے کے ڈالنے کے لیے استعمال ہوتا ہے "

حافظ ابن جریر طبری رقمطراز ہیں ۵۴ :-

اصل الادلاء ارسال الرجل الدلو فی سبب متعلقاً بہ فی البئر — ادلاء کی اصل کسی شخص کا کنویں میں کسی غرض کے لیے ڈول ڈالنا ہے۔

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں ۵۵ :-

والادلاء فی الاصل ارسال الحبل فی البئر ثم استعیر للتوصل الی الشیٔ — اصل میں ادلاء کے معنی کنویں میں رسی ڈالنے کے ہیں پھر کسی شے تک پہونچنے کے معنی میں اس لفظ کو مستعار لے لیا گیا۔

رشوت کو " ادلاء دلو" سے تشبیہ دینے کی دو وجہیں ہیں۔ امام فخرالدین رازی اس کی توضیح کرتے ہوئے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں لکھتے ہیں ۵۶ :

" (۱) بلا شبہ رشوت ضرورت کی رسّی ہے۔ پس جس طرح پانی سے بھرا ہوا ڈول رسّی کے ذریعہ دور سے قریب کھینچ لیا جاتا ہے۔ اسی طرح مقصد بعید کا حصول بھی رشوت کے ذریعہ قریب ہو جاتا ہے "

(۲) جس طرح حاکم کو رشوت دے کر بغیر کسی تاخیر کے فوراً موافق فیصلہ کرا لیا جاتا ہے اسی طرح ڈول بھی جب پانی نکالنے کے لیے کنویں میں ڈالا جاتا ہے تو غایت درجہ تیزی سے چلا جاتا ہے "

ابو حیان اندلسی تدلوا بہا الی الحکام کی تفسیر بیان کرتے ہوتے ہوئے لکھتے ہیں ۵۷ :-

معناہ لا ترشوا بہا الا موال الحکام لیقضوا لکم بالکثر منہا — اس کے معنی یہ ہیں کہ حکام کو مال کی رشوت نہ دو تاکہ وہ تمہارے موافق فیصلہ کردیں۔

ابن عطیہ نے ابوحیان کے مذکورہ بالا قول کو راجح قرار دیتے ہوئے لکھا ہے ۵۸ :-

لان الحاکم مظنۃ الرشا الا من عصم وھو الاقل

اس لیے کہ حاکم ہی زیادہ رشوت لیتے ہیں الا یہ کہ کوئی مامون رہے مگر ایسے حاکم خال خال ہی مل سکیں گے۔

تفسیر مدارک میں ہے ۵۹ :-

وتدلوا بھا ای وتلقوا بعضھا الی حکام السوء علی وجہ الرشوۃ یقال ادلی دلوہ ای القاہ فی البئر للاستسقاء

وتدلوا بھا یعنی برے حکام کو مال رشوت کے طور پر مت دو۔ کہا جاتا ہے کہ ادلیٰ دلوہ یعنی اس نے کنویں سے پانی نکالنے کے لیے اس میں ڈول ڈال دیا۔

متذکرۃ الصدر تفصیلات سے معلوم ہوا کہ جمیع مفسرین نے اس آیت کریمہ کو تحریم رشوت کے باب میں صریح قرار دیا ہے۔ کیونکہ جب ناجائز طریق سے مال کے حصول میں رشوت کا تعین ہو جاتا ہے تو پھر "لا تاکلوا" سے اس کی حرمت پر مہر قطعی ثبت ہو جاتی ہے۔

احادیث کی روشنی میں | رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کا مقصد اولین اور مشن ہی یہ تھا کہ اس کرۂ ارضی پر خدائے وحدہٗ لاشریک کا اطاعت گزار ایک ایسا معاشرہ وجود میں آ جائے جو ہر گوشہ اور ہر حیثیت سے اس طرح مکمل ہو کر آنے والی نسلیں اسے نمونۂ عمل اور دلیل راہ بنائیں۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ آپ کی بار آور مساعی کے ثمرہ میں قرون اولیٰ کے بے نظیر معاشرہ کی مثال سے پوری تاریخ انسانی خالی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سماج اور سوسائٹی سے تمام برائیوں کی جڑ کاٹتے ہوئے رشوت پر بھی شدید نکیر فرمائی ہے۔ چنانچہ تحریم رشوت کے سلسلہ کی بنیادی حدیث جس میں رشوت لینے اور دینے والوں کا ٹھکانا دوزخ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

الراشی والمرتشی کلاھما فی النار[۲۰] رشوت لینے اور دینے والے دونوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

اس حدیث کے متعلق امام ترمذی رقمطراز ہیں :-

حدیث ابی سلمۃ عن عبد اللہ بن عمرو عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن شیئ فی ھذا الباب[۲۱]

ابوسلمہ کی حدیث جو انھوں نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی ہے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اس باب میں سب سے بہتر اور سب سے زیادہ صحیح ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثوں میں رشوت پر شدید ترین نکیر فرمائی گئی ہے۔ چند درج ذیل ہیں۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعنۃ اللہ علی الراشی والمرتشی[۲۲]

عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رشوت لینے اور دینے والے پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔

عن عبد الرحمٰن بن عوف قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الآکل والمطعم الرشوۃ[۲۳]

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے رشوت کھانے اور کھلانے (لینے اور دینے) والے پر لعنت کی ہے

عن عبد اللہ بن عمرو قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی[۲۴]

عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت کی ہے۔

اور نہ صرف رشوت لینے اور دینے والوں پر لعنت کی گئی ہے بلکہ وہ شخص جو ان دونوں کے درمیان معاملت اور دلالی کا کام انجام دیتا ہے وہ بھی اسی سزا کا مستوجب اور مستحق قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ فرمایا گیا:۔

عن ثوبان قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی والرائش الذی یمشی ۔ ۲۵

حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے دینے والوں اور وہ شخص جو ان دونوں کے درمیان دلالی کرے ان سب پر لعنت کی ہے۔

رشوت اور حکام | قرآن پاک کی جو آیت شروع میں گذری ہے اس میں تحریم رشوت کے ساتھ حکام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ معاشرہ میں سب سے زیادہ وہی ملوث ہوتے ہیں۔ آج بھی عدالتوں میں، کچہریوں میں، سرکاری اور نیم سرکاری دفتروں میں اور نجی تجارتی اداروں میں غرض ہر جگہ رشوت کی گرم بازاری اور نت نئی شکلوں میں اسکا عمل دخل ملتا ہے کہیں بواسطہ اور کہیں بلاواسطہ۔ کہیں نقد اور کہیں دوسرے ناجائز مفاد کی شکل میں۔

درآنحالیکہ ہر محکمہ کا ذمہ دار درحقیقت عوام اور رعایا کے حقوق کا محافظ اور اپنے شعبہ کا امین ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنے اس فرض میں کوتاہی اور خیانت کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ درحقیقت حدود اللہ کے توڑنے کے ساتھ حکومت کی عمارت میں شگاف ڈالنے کا مرتکب ہوتا ہے جس کی سزا نہایت دردناک ہے۔

تحفہ اور حکام | حکام کے لیے رشوت کے حرام ہونے کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہدیہ اور تحفہ جو از دیاد تعلق و محبت کی علامت ہے۔ اور جس کا حکم خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "تھادوا تحابوا" کے واضح الفاظ کے ساتھ فرمایا ہے۔ لیکن حکام کے لیے تحفہ قبول کرنے کی ممانعت کی گئی ہے کہ وہ بھی رشوت میں داخل ہے۔ فرمایا:

ھدایا العمال حرام کلھا ۲۶

حکومت کے کار پردازوں کے لیے ھدیہ قبول کرنا یکسر حرام ہے۔

اور

اخذ الامیر الھدیۃ کفر وقبول القاضی الرشوۃ کفر[۲۷] — امیر کا ہدیہ لینا اور قاضی کا رشوت قبول کرنا دونوں کفر کی طرح ہیں۔

اور

ھدایا السلطان سحت وغلول[۲۸] — سلطان کو ہدیوں کا لینا خیانت اور حرام ہے۔

اور

الھدایا للامراء غلول[۲۹] — امراء کے لیے ہدایا لینا خیانت ہے۔

ہاں چند شرائط کے ساتھ حکام اور دوسرے ذمہ دار لوگوں کو تحفہ دینا اور ان لوگوں کا اس کو قبول کر لینا جائز ہے[۳۰]

۱۔ جب از راہ اخلاص اور کسی توقع کے بغیر پیش کیا جائے۔

۲۔ اس سے کوئی غرض وابستہ نہ ہو۔

۳۔ سابقہ تعلقات نہ ہوں۔

عہد نبوی میں ایک علاقہ کا حاکم لُتبیہ نامی ایک مرتبہ صدقات و زکوٰۃ کی رقمیں جمع کر کے دربار نبوی میں حاضر ہوا۔ تو اس نے رقمیں پیش کر کے عرض کیا کہ یہ آپ کا واجب الوصول ہے اور یہ مجھے بطور ہدیہ دیا گیا ہے۔ یہ سن کر حضورؐ منبر پہ کھڑے اور ایک تاریخی خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا کہ[۳۱]

"عامل کا کیا حال ہے کہ ہم اس کو بھیجتے ہیں تو آ کر کہتا ہے کہ یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ وہ اپنے والدین کے گھر کیوں نہ بیٹھ رہا اور پھر دیکھتا کہ گھر بیٹھے اس کو تحفے ملتے ہیں یا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ وہ اس مال میں سے جو کچھ بھی رکھے گا وہ قیامت میں اپنی گردن پر لاد کر لائے گا۔ اونٹ، گائے، بکری کا جو ہو"

حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے دور حکومت میں ہدایا قبول نہیں کیا کرتے تھے۔ اس کا سبب دریافت کیا گیا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیے قبول فرمایا کرتے تھے تو آپ کیوں انکار کرتے ہیں؟ فرمایا کہ حضورؐ کو نبوت کی وجہ سے تحفہ دیا جاتا تھا اس لیے اس کی صورت نہیں بدلتی تھی۔ مگر ہمیں حکومت کی وجہ سے ہدیہ پیش کیا جاتا ہے اس لیے اس کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ وہ ہدیہ نہیں رہتا۔ بلکہ رشوت بن جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے تمام حاکموں کو لکھا "لاتقبلوا الھدیۃ فانھا رشوۃ" لیعنی ہدیہ قبول نہ کیا کرو کیونکہ وہ رشوت ہوتا ہے۔

رشوت اور فیصلہ آج یہ ایک انتہائی غلط تصور عام ہو چکا ہے کہ حکام اور ذمہ دار منصب والوں کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرانے سے فی الواقع اور عنداللہ بھی وہ فیصلہ جائز اور برحق ہوتا ہے۔ حالانکہ مقدمات فیصل کرنے میں رشوت لینا بجائے خود حرام ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

کل لحم انبتہ السحت فالنار اولی بہ قیل وما السحت قال الرشوۃ فی الحکم۔ ۴۲ھ	ہر وہ جسم جو حرام مال سے نشوونما پائے وہ آگ میں جلائے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔ دریافت کیا گیا کہ "السحت" سے کیا مراد ہے فرمایا فیصلہ کرنے میں رشوت لینا۔

دوسری جگہ سخت وعید کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

لعن آخذ رشوۃ فی الحکم کانت ستراً بینہ وبین الجنۃ۔ ۴۳ھ	فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والے پر لعنت کی گئی ہے وہ رشوت اس شخص اور جنت کے درمیان حائل ہو جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لعن اللہ الراشی و المرتشی فی الحکم ۳۴　　کہ اللہ جل شانہٗ نے فیصلہ کرنے میں رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت کی ہے۔

یہاں تک کہ رشوت لے کر فیصلہ کرنے والے کے عمل کو کفر کے برابر سنگین گناہ قرار دیا گیا ہے۔
حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے کہ :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم الرشوۃ فی الحکم کفر و ھی بین الناس سحت ۳۵　　رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینا دینا کفر ہے اور لوگوں کے درمیان باہمی رشوت کا لین دین حرام ہے۔

دوسری بات یہ کہ بقول مولانا ابوالکلام آزاد،
" رشوت خور حاکم کے فیصلہ سے ناجائز بات جائز نہیں ہو سکتی ۳۶ "
امام ترمذی نے اپنی جامع میں ایک مستقل باب ہی قائم کیا ہے:
" باب ما جاء فی التشدید علی من یقضی لہ بشیٔ لیس لہ ان یاخذہ "
اور پھر اس کے تحت درج ذیل حدیث درج کی ہے ۳۷

عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالی عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ و سلم انکم تختصمون الیَّ وانما انا بشر ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فان قضیت لاحد منکم بشیٔ من حق اخیہ فانما اقطع لہ قطعۃ من النار فلا یاخذ منہ شیئاً۔　　حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میرے پاس اپنا تنازعہ لے کر آئے مگر میں بھی ایک انسان ہی ہوں اور ممکن ہے تم میں سے کوئی فریق اپنی تیز زبانی سے دوسرے پر سبقت لے جائے۔ اگر میں کسی چیز کا فیصلہ کردوں اور وہ درحقیقت اس کے ساتھی کی ہو تو سمجھ لو کہ میں اس کے لیے آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں پس اس کو اس میں سے ناحق نہ لینا چاہیئے۔

اس خوفناک انجام کے فرمان کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو فریقین اپنا تصفیہ لے کر دربار نبوی میں آئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے حق میں دستبردار ہونے پر مصر ہونے لگا۔

عرب میں یہودیوں کے مقدمے ان کے احبار و رئیس فیصل کرتے تھے۔ وہ لوگ قانون کی زد سے بچنے کے لیے علانیہ رشوت دیتے تھے اور ان کے قاضی علانیہ لیتے تھے اور اس طرح وہ توراۃ کے احکام پر پردہ ڈال کر ناحق فیصلے کرتے تھے۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ توراۃ کے قوانین میں تحریف کا ایک بڑا سبب یہی رشوت خواری ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت میں ان کے اسی گناہ کی پردہ دری کی گئی ہے:۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ الخ"

"پیٹ میں آگ بھرنا" اس لیے فرمایا کہ یہود دنیا کی اس معمولی دولت کے لالچ میں آکر خدا کے احکام میں ردو بدل اور منشائے الٰہی میں تحریف پیٹ ہی کی خاطر کرتے تھے۔ ۳۸ھ

سفارش اور رشوت "جائز اور ناجائز" حلال و حرام اور گناہ و ثواب کا امتیاز اٹھ جانے کے باعث سفارش کرنا اور کرانا ایک فیشن، رسم اور رواج کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ حالانکہ سفارش صرف حق کے لیے جائز ہے۔ ورنہ ناجائز حرام اور گناہ ہے۔ اسی لیے حق تعالیٰ فرماتے ہیں ۳۹ھ۔

من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منھا ومن یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منھا ط	جو کوئی نیک بات کی سفارش کرے گا اس کو اس میں سے حصہ ملے گا۔ اور جو کوئی بری بات کی سفارش کرے گا اس پر بھی اس میں سے بوجھ پڑے گا۔

یعنی اگر وہ کسی نیک اور اچھی بات کے لیے مشروع طریق پر سفارش کرے گا تو وہ اس

خیر کے اجر کا مستحق ہو گا ۔ جیسے کسی دولت مند سے کسی محتاج کی سفارش کر کے کچھ دلا دینا
طرح دلانے والا بھی خیرات کے ثواب میں داخل ہو جائے گا ۔ لیکن اگر کسی غیر شرعی کام کے
خواہ وہ بظاہر کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو سفارش کرے یا کسی بُرے کام کے لیے سفارش
ے تو وہ اس میں اس وقت تک کے لیے شریکِ گناہ رہے گا جب تک کہ اس کی سفارش
نا پر برے کام کرنے والا اُسے جاری رکھے گا جیسے کسی بدمعاش ، چور ، رہزن اور فریب
ی سفارش کر کے اُسے چھڑا لیا جائے ۔ اور وہ پھر ویسے جرائم شروع کر دے ۔ تو جب تک
جرائم کا سلسلہ جاری رہے گا ۔ سفارش کرنے والا اس وقت تک اس گناہ میں شریک
ہ گا ۔ اس لیے سفارش کرنے سے قبل کام کی نوعیت اور حقیقت معلوم کر لینی ضروری ہے ۔
ہیں انسان خود ہی مبتلائے عذاب نہ ہو جائے ۔ سفارش کو مؤثر بنانے کے لیے ہدیہ وغیرہ
ل نہ کرے کہ یہ رشوت میں شمار ہو گا ۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کا ارشاد ہے کہ :

، شفع لاحد شفاعۃ فاھدی	جس نے کسی کی کوئی سفارش کی اور اس پر اسے
ھدیۃً علیھا فقبلھا فقد اتی	کوئی ہدیہ دیا اور اس نے قبول کر لیا تو یہ سود
عظیماً من ابواب الربا ۔	کے شعبوں میں سے بڑے شعبہ کا مرتکب ہوا ۔

ملّا علی قاری نے لکھا ہے کہ :-

" سود شریعت میں وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو اور معاملہ میں شرط قرار دی ہو ۔ " ۵۹

تو جس طرح سود حرام ہے ۔ ویسے ہی ایسا ہدیہ بھی حرام ہے ۔ احیاء العلوم میں ہے کہ
رت عبداللہ بن مسعودؓ سے سوال کیا گیا کہ قرآن مجید میں " اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ " آیا ہے ۔
حت کیا ہے ؟

فرمایا کہ کوئی تمہاری حاجت پوری کر دے اور تم اس کو ہدیہ دے دو ۔ امام غزالیؒ

کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسی بات کہدی جائے جس میں کوئی مشقت کا کام نہ کرنا پڑے بلکہ محض اللہ کے لیے کیا ہو تو پھر اس پر کچھ لینا جائز نہیں۔

حضرت عائشہؓ کے متعلق نے کسی کی سفارش کی، اس نے ان کو ایک باندی پیش کی تو آپ غصہ ہوئے اور واپس کردی۔ اور کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تمہارے دل میں یہ بات ہے تو میں تمہاری حاجت کے متعلق کوئی بات نہ کہتا۔ اور اب جو تمہاری حاجت باقی رہ گئی ہے اس کی بابت کچھ نہ کہوں گا۔

لیکن اگر جائز سفارش میں کوئی مشقت کا کام کرنا پڑے جیسے جانا، آنا، کسی کو لانا لے جانا وغیرہ تو بقول امام غزالیؒ اگر اس پر کچھ لیا تو وہ اس کام کی اجرت بن جائے گی۔"

قانون سازی اور رشوت یہ ایک حقیقت ہے کہ رشوت کا کاروبار قانون سازی کی وجہ سے فروغ پا رہا ہے۔ آئے دن نئے نئے قانون بنائے جا رہے ہیں۔ جن کی وجہ سے نئے نئے محکمے وجود میں لائے جاتے ہیں۔ اور ان کے لیے نئے نئے ضابطے (PROCEDARE) اور نئے نئے قواعد (RULES) بنائے جاتے ہیں۔ اس طرح عوام و خواص پر افسروں واہلکاروں کی گرفت و حکومت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ ہر نیا قانون، نیا محکمہ اور نیا ضابطہ رشوت ستانی کے نئے نئے دروازے کھول دیتا ہے۔ جہاں تک قانون سازی اور محکمہ سازی کا تعلق ہے ہماری حالت اس بادشاہ کی سی ہے جس کا سائیس اس کے گھوڑوں کے دودھ میں سے ایک سیر دودھ روزانہ اپنے لیے نکال لیتا تھا کسی نے بادشاہ کو خبر کردی۔ تو اس نے اس سائیس کی اصلاح کی بجائے اس پر نگرانی کے لیے ایک انسپکٹر مقرر کردیا۔ انسپکٹر صاحب بھی سفارشی کوٹے سے آئے تھے۔ اس لیے انھوں نے آتے ہی سائیس سے پانچ سیر دودھ وصول کرنا شروع کردیا۔ کچھ عرصے کے بعد اس کی بھی شکایت ہو گئی تو بادشاہ نے بنیادی نقص دور کرنے کے بجائے ان دونوں پر سپرنٹنڈنٹ تعینات کردیا۔ اتفاق سے اس "غریب" کا کنبہ زیادہ تھا۔ اس لیے اس نے

اپنے لیے کفایتہ آٹھ دس سیر دودھ وصول کرنا شروع کردیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گھوڑے دبلے ہونے شروع ہوگئے۔ سائیس سب کو دودھ دینے کے بعد قریبی نہر سے دودھ کے مشکوں میں پانی بھر کر رکھ دیتا۔ ایک روز خود بادشاہ معائنہ کے لیے اصطبل میں آگیا۔ اس نے دودھ کے مشکوں میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پھدکتی دیکھیں۔ سائیس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

سائیس نے باادب کہا:۔

"حضور کا انتظام پھدک رہا ہے"

یہ جواب سن کر بادشاہ حیران ہوا اور اس نے کہا۔

"کبھی انتظام بھی پھدکتا ہے؟"

سائیس نے دست بستہ عرض کیا

"حضور ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے"

اور سارا واقعہ من وعن سنادیا۔ اس پر بادشاہ نے اپنی غلطی کو محسوس کیا کہ انتظام بدلنے کے بجائے سائیس کی ذہنیت واخلاق کو بدلنے کی ضرورت تھی۔ اس لیے اسی وقت انسپکٹر اور سپرنٹنڈنٹ کو ملازمت سے برطرف کردیا۔ اور سائیس کی اصلاح کی فکر کے ساتھ ساتھ اس کی تنخواہ بھی بڑھادی۔ تاکہ وہ اپنی جائز ضروریات کے لیے ناجائز وسائل اختیار نہ کرے۔" [۱۹]

خود ہمارے ملک میں بھی انسداد رشوت ستانی کے لیے تعزیرات ہند میں سخت قوانین موجود ہیں۔ انسداد رشوت ستانی کا ایک مستقل محکمہ ہی قائم ہے۔ لیکن اس کو کیا کیجیے، خود اس محکمے میں رشوت کا بازار پورے زور سے گرم ہے۔

آخری بات! مذکورہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوا کہ آج سماج میں خودغرضی اور مفادپرستی کا جو دوردورہ ہے وہ درحقیقت رشوت اور سود ہی کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ ایک طاقتور

قوم کی عمارت اسی بنیاد پر مستحکم ہوتی ہے کہ اس کے افراد باہم پشتیبان ثابت ہوں اور اس کے تمام عناصر اس طرح جڑے ہوئے ہوں کہ انھیں ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہ ہو۔ لیکن جس قوم میں رشوت اور سود کا عموم ہو جائے وہاں اتحاد کے بجائے افتراق، انارکی، تشتت اور انتشار کی کارفرمائی نظر آئے گی۔ اور آج تمام اقوام عالم اسی خطرناک دور سے گذر رہی ہیں۔

حوالے

(۱) سیرت النبی مصنفہ علامہ سید سلیمان ندوی جلد ۶ صفحہ ۱۰۷ مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ۔

(۲) کلام پاک سورۂ بقرہ آیت : ۲۱

(۳) قرآن مجید سورۂ بقرہ آیت ۳۱

(۴) " " " اعراف " ۳۲

(۵) " " " " " "

(۶) آلوسی بغدادی: روح المعانی جلد : ۲ صفحہ : ۶۰

(۷) سید رشید رضا مصری تفسیر المنار مرتبہ مفتی محمد عبدہ جلد : ۲ صفحہ ۱۹۰

(۸) عبدالماجد دریابادی: تفسیر ماجدی اردو جلد : ۱ صفحہ ۷۳ لاہور اڈیشن

(۹) تفسیر المنار جلد : ۲ ص : ۱۸۰ ، ۱۹۰ مطبع منار مصر

(۱۰) ابوحیان اندلسی : البحر المحیط جلد ۲ ص ۵۶ مطبوعہ مصر

(۱۱) لباب التاویل فی معانی التنزیل المسمی بہ تفسیر خازن جلد ۱ ص ــــــ مطبوعہ مصر

(۱۲) روح المعانی جلد : ۲ ص : ۶۰ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

(۱۳) لغات القرآن مرتبہ مولانا عبدالرشید نعمانی جلد : ۲ ص ۱۰۶ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی

(۱۴) تفسیر طبری جلد ۲، ص : ۱۰۴ مطبعہ المیمنیہ مصر

(۱۵) تفسیر روح المعانی جلد : ۲ ص : ۶۰

(۱۶) فخر الدین رازی : تفسیر کبیر جلد : ۲ ص ۲۱۱

(۱۷) البحر المحیط جلد : ۲ ص : ۵۶

(۱۸) ایضاً۔

(۱۹) حافظ ابوالبرکات نسفی : مدارک التنزیل مطبوعہ افضل المطابع

(۲۰) مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص : ۲۱۲۔ کنز العمال جلد : ۳ ص ۲۱۰

(۲۱) ترمذی کتاب الاحکام

(۲۲) شیخ علی متقی : کنز العمال جلد : ۲ ص : ۲۱۰

(۲۳) کنز العمال جلد : ۳ ص : ۲۱۵

(۲۴) مسند طیالسی حدیث نمبر ۲۲۷۶ و مسند ابن حنبل جلد : ۲ : ص ۱۶۴

(۲۵) مسند ابن حنبل جلد : ۵ ص : ۲۷۹، کنز العمال : جلد : ۳ ص : ۲۱۰ ،

اتحاف السادہ شرح احیار العلوم ج ص ۱۶۵

(۲۶) کنز العمال جلد : ۳ ص : ۲۱۰

(۲۷) ایضاً

(۲۸) ایضاً

(۲۹) ایضاً

(۳۰) یہ بات واضح رہنی چاہیئے کہ انسان کا ضمیر خود بہت بڑا محاسب ہے۔ اس لیے ان شرائط کو اپنی بدعملی کے لیے وجہ جواز نہیں بنانا چاہیئے ۔ یہ گنجائش محض رخصت ہے ورنہ عزیمت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اگر ہدایا اور تحائف میں یہ شرائط بدرجۂ اتم موجود بھی ہوں تو بھی اس سے احتراز کرنا چاہیئے ۔

(۳۱) جامع صحیح البخاری باب ہدایا العمال اور باب الزکوٰۃ ، سیرت النبی جلد : ۶ ص ۷۵

۳۲۔ ابن جریر بحوالہ کنز العمال جلد: ۳ ص: ۲۱۱
۳۳۔ کنز العمال جلد: ۳ ص: ۲۱۲
۳۴۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۸۷
۳۵۔ المعجم الصغیر للطبرانی
۳۶۔ ترجمان القرآن جلد: ۱ ص: ۲۳۶
۳۷۔ ترمذی ابواب الاحکام وتفسیر المنار جلد: ۲ ص: ۱۹۴
۳۸۔ سیرت النبی جلد: ۶ ص: ۲۰۷
۳۹۔ قرآن پاک: سورۃ النساء آیت نمبر ۸
۴۰۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد: ۴ ص: ۱۵۵
۴۱۔ اس مقالہ میں "رشوت اور سفارش" اور "قانون سازی اور رشوت" کے عنوانات کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ دراصل منشی عبدالرحمان خاں کی ایک مختصر کتاب "بازارِ رشوت" سے ماخوذ ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر مختصر اور تشنہ ہونے کے باوجود وقیع اور قابل قدر ہے۔ چند سال قبل ہمارے یہاں "معارف" میں تبصرہ کے لیے یہ کتاب عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامی جہلیک ملتان شہر پاکستان سے موصول ہوئی تھی۔

ضروری گزارش

حضرات ممبران ادارہ اور برہان کے خریداروں سے گذارش ہے کہ ادارہ سے آپ حضرات کو یاد دہانی کے خطوط ارسال کیے جارہے ہیں۔ ان پر فوری توجہ فرمائیں۔ نیز خطوط ارسال کرتے وقت یا منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا پتہ اور خریداری نمبر کا لکھنا نہ بھولیں۔ جو پتہ کی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ تاکہ تعمیل ارشاد میں تاخیر نہ ہو۔

(نیاز مند منیجر)